بسم اللہ الرحمن الرحیم

چالیس دعائیں

(مع ترجمہ)

از

شیخ الحدیث امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

چالیس (۴۰) دُعائیں (مع ترجمہ)

جس میں منکرین دُعاء کی معقول تردید کی گئی ہے اور فلسفۂ دُعاء پر بصیرت افروز تبصرہ کیا گیا ہے۔ نیز کلماتِ ادعیہ کا سلیس ترجمہ اور بہترین ربط بیان کیا گیا ہے

از

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدہم

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

طبع ششم/۳ اکتوبر ۲۰۰۸ء

نام کتاب .... چالیس دعائیں مع ترجمہ
تالیف .... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
تعداد .... دو ہزار (۲۰۰۰)
قیمت .... ۱۵/- (پندرہ) روپے
مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب اردو بازار لاہور
☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی محمد رسولہ وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔ امین

مال و دولت کی بہتات، حکومت و طاقت کی دستیابی، لہو ولہب کی فراوانی اور دین الٰہی سے غفلت کی زندگی سرکشی و سرتابی کا مادہ پیدا کر دیتی ہے جس سے شہوانی اور غضبی قوتیں رگوں میں خون بن کر جوش کھانے لگتی ہیں۔ فحش و بدکاری ان کا محبوب پیشہ قرار پاتا ہے اور راہزنی و غارت گری دلچسپ مشغلہ خود غرضی و بے رحمی کا غلبہ اور تسلط ہو جاتا ہے۔ پرہیزگاری اور رحمدلی کا نام و نشان تک مٹ جاتا ہے اور دولت و ثروت والے، شوکت و حشمت والے، قوت و نخوت والے، خدائے بزرگ و برتر کی قدوسیت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جب قوم کی کجی و سرکشی، تمرد و تعنت، غرور و تکبر، نافرمانی اور بدلگامی حد سے گزر جاتی ہے تو خدائے قدوس کی جانب سے تنبیہ ہوتی ہے۔ وہ کبھی قتل و غارت کا عبرتناک انقلاب پیدا کر دیتا ہے اور کبھی قحط و خشک سالی کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ وہ کبھی تو لگاتار بارش کی وجہ سے سیلاب لاکر دوکانوں اور مکانوں، کھیتوں اور حیوانوں، سامانوں اور جانوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور کبھی آندھی کے طوفان سے، کبھی بجلی کی کڑک سے اور کبھی زلزلے سے اور کبھی اشیاء کی گرانی کا غیر مختتم سلسلہ شروع کر دیتا ہے اور کبھی ظالم قوتوں کا تسلط قائم کر دیتا ہے۔ کبھی غیر قانونی نظم و ضبط سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اور کبھی وہ اپنی بدکاریوں

کی وجہ سے سخت تر قانون کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں مگر عبرت کسی سے حاصل نہیں کرتے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

لیکن بایں ہمہ انسانوں کی ہنگامہ خیزیوں کی ہر جگہ ہماہمی ہے چہل پہل ہے۔ رونق اور رنگ رلیاں ہیں۔ حق فراموشیاں اور فرعونیاں ہیں۔ اگر غفلت اور لاپرواہی ہے تو صرف ذات خداوندی سے اور اس کی یاد سے۔ اس کے دین سے اور اس کے آئین سے۔ غیر اللہ کی پوجا پاٹ کی زنجیریں پاؤں میں ہیں۔ انسانوں کی محکومیت اور مرعوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالی ہیں۔ اور اعمالِ حقہ وحسنہ کی روشنی سے محروم۔ حیف بر حیف کہ ہماری غفلت اور بد اعمالی کی وجہ سے، ہماری بے وفائی اور بدبختی کے سبب ہمارا حقیقی آقا ہم سے روٹھ گیا ہے اور اس نے ہمیں صرف اپنی ہی غلامی کے لیے نہ رکھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا آخر کیوں ہوا؟ کیا اس نے اپنا رشتہ ہم سے توڑ دیا، یا اُس کا وعدہ جھوٹا ہے؟ کیا وہ رحیم نہیں یا رؤف وکریم نہیں رہا؟ حاشا وکلا وہ سچا، اُس کا وعدہ برحق، اُس کی رضا اب بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف ہمارے ہی لیے ہے۔ بشرطیکہ ہم بھی غیروں کو چھوڑ کر صرف اُس کے لیے ہو جائیں۔ ؎

سرور و نور و وجد و حال ہو جائیگا سب پیدا
مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا

اگر کسی کا نفسانی اور مجازی محبوب روٹھ جائے تو کیا ہوتا ہے؟ دِل

ہی دل میں بے چینی اور بے قراری کے طوفان اٹھتے ہیں اور اپنے سمندروں میں وصل و شوق کی امیدوں کو غرق کر دیتے ہیں۔ رات بھر آنکھیں جاگتی رہتی ہیں۔ یاس و سراسیمگی کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ طالع خفتہ نظر آتا ہے۔ اور دل کی بستی اجڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور وہ مجسم حیرت بن کر محبوب کی گلیوں کا طواف کرتا ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے آنکھیں بیتاب اور اس سے سرگوشیاں کرنے کے لیے زبان بے قابو ہو جاتی ہے۔ مگر محبوب حقیقی روٹھ جائے تو دل میں اس کے منانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ اس سے ملاقات کرنے کی تڑپ ہے اور نہ جذبہ، نہ اس کے گھر کا طواف ہے نہ آمد و رفت۔ مگر جو اس کے حقیقی عاشق اور سچے بندے ہیں، وہ اس سے ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور اس کی نصرت کے طالب ہوتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں؟ والذین امنوا اشد حباً للہ مومنوں کی محبت سب سے بڑھ کر اللہ ہی سے ہوتی ہے۔ آج ہم محض اس لیے پست اور ذلیل ہیں کہ ہم نے اس کی ذات اور یاد کو فراموش کر دیا اب اور اگر یاد بھی کرتے ہیں تو ہمارا دل اور زبان ایک نہیں۔ ورنہ اس کی نوازشیں اب بھی ہمارا ساتھ دینے کے لیے بے تاب ہیں؟

خدا سے تم دِل ملاؤ اپنا، زبان کو پھر ملاؤ دل سے
تو دیکھ لینا کہ کیا اثر ہے، زبان سے جو نکل رہا ہے

ہماری شقاوت اور بدبختی کے لیے یہ کیا کم تھا کہ ہم مالک حقیقی سے غافل اور بے خبر ہو چکے ہیں اور دنیا میں اپنی آمد کا صحیح مقصد بھول چکے ہیں۔ مگر ہائے افسوس کہ اب تو خداوند کریم کی یاد سے غفلت گناہ نہیں، بلکہ اس کا ذکر اور اس کا نام لینا گناہ حد درجہ لغو، مہمل، احمقانہ حرکت اور

ایک ذلیل وحقیر فعل سمجھا جاتا ہے (العیاذ باللہ) چنانچہ نیاز صاحب فتحپوری لکھتے ہیں کہ :-

"عام طور پر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ مصیبت و تکلیف میں، ہر کلفت و آزار میں خدا سے اس کے دور کرنے کی التجا کرنا کافی تدبیر ہے اور اگر کوئی خواہش کسی چیز کے حصول کی پیدا ہو تو ہم خدا سے اسے طلب کر سکتے ہیں اور وہ ہمیں دینے کا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کی نصِ قطعی قرآن میں موجود ہے۔ حالانکہ دعا کی حقیقی روح یہ نہیں اور نہ ایسا ہونا خدا کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے موافق ہے۔ ایسی غلط فہمی نے رفتہ رفتہ ایسی نامعقول صورت اختیار کر لی کہ صحت و بیماری، ولادت و موت، دولت و افلاس سب کچھ دعا پہ منحصر ہو گیا۔ اور دعا گنڈا، تعویذ وغیرہ کی بنیاد پڑ گئی جو حد درجہ لغو اور مہمل چیز ہے۔" الخ (بلفظہ من ویزدان، حصہ دوم ص ۲۲، ۲۲۱)

پھر آگے لکھا ہے کہ :-

"نظام عالم ایک خاص اسلوب و قانون کے تحت چل رہا ہے اور تمام حوادث و واقعات اس کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ اگر ان اصولوں کے خلاف ساری دنیا سر پٹک کر مر جائے تو بھی کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ خدا ہر شخص کی دعائیں کر قبول کر لیتا ہے، حد درجہ سفیہانہ اعتقاد ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آج تک نہ کسی ماں کا بیٹا مرتا اور نہ کسی بیوی کا شوہر فنا ہوتا۔ علاوہ ازیں اس کے خدا سخت خلجان میں پڑ جاتا۔ کہ وہ دو متضاد دعاؤں میں کس کو منظور کرے اور کس کو نامنظور۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کسی کی دعا منظور کرنے کا ذمہ دار نہیں ہے، تو کیوں اس سے دعا کی جائے۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ اگر دعا کا مفہوم یہی ہے کہ وہ ہر خواہش کو پورا کرتا ہے تو یقیناً دعا فعل عبث ہے۔ اور اس سے زیادہ احمقانہ

حرکت کوئی نہیں ہو سکتی ۔" (بلفظہ ص ۲۲۱)

پھر آگے لکھا ہے کہ:۔

" جن لوگوں نے تعلیماتِ اسلام کا مطالعہ کیا ہے اُن سے مخفی نہیں کہ اس سے زیادہ عملی زندگی پیدا کرنے والا کوئی مسلک نہیں۔ نہ وہاں واہمہ پرستی ہے، نہ رسم و رواج نہ قانونِ فطرت کے خلاف کوئی تلقین کی گئی ہے اور نہ محض بر بنائے اعتقاد آسمانی برکات کے نزول کا وعدہ کیا گیا ہے ۔" (بلفظہ ص ۲۲۲)

اور پھر آگے یوں تحریر کیا ہے کہ:۔

" ہرچند دوسرے عالم سے حیات بعد الممات کا عالم مراد لینا میرے نزدیک درست نہیں اور اس سے مقصود صرف یہ کہنا ہے کہ کوشش کرتے رہو۔ اگر آج نہیں تو کل کامیاب ہو گے" (بلفظہ ص ۲۲۳)

یہ غلط اور باطل نظریات اس شخص کے ہیں جو اس پرفتن دور میں، عربی، اُردو اور انگریزی کا بہترین ادیب تسلیم کیا جاتا ہے مگر خیر سے وہ قانونِ فطرت کے ابتدائی مفہوم اور نظامِ عالم کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔ نیاز صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ موجودہ نظامِ قدرت جن حدود و قیود اور جن حالات و اطوار پر چل رہا ہے، قانونِ فطرت صرف انہی میں منحصر نہیں ہے۔ اِن کے علاوہ بھی جو واقعات و حوادث احیاناً رونما ہوتے ہیں وہ بھی قانونِ فطرت کے تحت ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عام قانونِ فطرت نہیں بلکہ خاص قانونِ فطرت کے تحت داخل ہیں مگر ہیں بہرحال وہ بھی قانونِ فطرت کے تحت ہی۔ لہٰذا دُعا کرنا اور بذریعہ دُعا اللہ تعالیٰ کا کسی کو کوئی نعمت دینا یا کلفت و آزار کو دُور کرنا یا اولاد و دولت کی نعمت سے نوازنا یہ

سب کچھ قانونِ فطرت کے تحت ہی ہے۔

اسی طرح نیاز صاحب کا غیر مشروط طور پر دُعا گنڈا اور تعویذ کو حد درجہ لغو اور مہمل کہنا اور نیز یہ لکھنا کہ "اس لیے یہ سمجھنا کہ خدا ہر شخص کی دُعا سُن کر قبول کر لیتا ہے، حد درجہ سفیہانہ اعتقاد ہے۔ یہ نیاز صاحب کی اعلیٰ درجے کی حماقت اور انتہائی درجہ کی دہریت پر مبنی ہے۔ یہ بالکل درست، حق اور ٹھیک ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شخص کی دُعا کو سُنتا ہے (بلکہ ہر ایک کی دُعا کو سُننا صرف اسی کا خاصہ ہے) اور پھر اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہر ایک کی دُعا کو جو اس کے مناسب ہو قبول بھی کرتا ہے مگر قبولیت دُعا کا صرف وہی مطلب صحیح ہے جو آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دُعا کرتا ہے۔ جس میں گناہ اور قطع رحمی شامل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک نہ ایک ضرور مرحمت فرمائے گا:

اِمَّا اَنْ يَّسْتَجِيْبَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ	یا تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ دُعا قبول کرے گا
اَوْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ	یا اس سے اتنی ہی تکلیف دُور کر دے گا
مِثْلِهَا اَوْ يُؤَخِّرَ لَهٗ مِنَ	یا اس کیلیے اتنا اجر آخرت کیلیے ذخیرہ بنا
الْاَجْرِ مِثْلِهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ	دے گا صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم تو
اللّٰهِ اِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ	پھر بہت دُعا کیا کریں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ
(مسند احمد و مشکوٰۃ ص۱۹۵ ج۱ و مستدرک ص۲۹۳ ج۱ واللفظ لہ قال الحاکم والذہبی صحیح)	کے پاس بہت کچھ ہے کسی چیز کی کمی نہیں

یعنی اگر دُعا کرنے والا اپنی حیثیت اور پوزیشن کے تحت کسی ممکن الوقوع چیز کے بارے میں دُعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے علم وحکمت کے موافق وہی چیز عطا فرمادے گا (اگر اس کے حال کے مطابق اور حکمت کے مناسب ہوئی) اور اگر وہ حکمت خداوندی اور داعی کے حال کے مناسب نہیں مگر وہ عاقبت نااندیشی کی وجہ سے اس کا مطالبہ اور دُعا کر رہا ہے۔ تو اس کا نہ ملنا اس کے حق میں بہتر اور خیر ہے۔ مثلاً کوئی بیمار خورد ونوش کی ایسی اشیاء طلب کرے جو طبی اور ڈاکٹری اصول کے تحت اس کے لیے مضر اور مہلک ہوں اور بیمار ان اشیاء کا بار بار مطالبہ کرے تو ان اشیاء کا نہ دینا ہی اس کے لیے مفید اور بہتر ہے۔ اگر ایسی اشیاء نہ دینے والے کو بیمار اپنا دشمن سمجھے تو یہ اس کی انتہائی حماقت ہوگی۔ اور بسا اوقات مریض کے طلب کرنے پر گو اس کی مطلوب چیز تو نہیں ملتی مگر اس کا نعم البدل اس کو مل جاتا ہے۔ جو اس کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے، اگر وہ نہ طلب کرتا تو شائد اس کو کچھ بھی نہ ملتا۔ اس طرح کی کوئی مصیبت جو دُعا نہ کرنے کی صورت میں آسکتی تھی وہ دُعا کی برکت اور اثر سے ٹل جاتی ہے ورنہ آخرت کے لیے بہرکیف یہ دُعا ذخیرہ ثابت ہوگی، کسی مُسلمان کو اس کے تسلیم کر لینے میں مطلقاً کوئی تامل نہیں ہوسکتا ہے۔

نیاز صاحب تو دیگر باطل نظریات اور منحرفات کی طرح دُعا تو کیا آخرت سے بھی منکر ہیں۔ جیساکہ ان کی عبارت میں گزر چکا ہے کہ "دوسرے عالم سے حیات بعد الموت کا عالم مراد لینا میرے نزدیک درست نہیں۔"

جس کے نزدیک قیامت اور آخرت کا عقیدہ درست نہیں اگر ایسا شخص دُعا اور جائز قسم کے تعویذات سے انکار کرے تو کون سی اچنبھے کی بات ہے۔

مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

مسلمان تو واقعی اس کا قائل اور اسی کا معتقد ہے کہ ذکر اللہ، یادِ الٰہی اور دعا سے آسمان کی برکتیں نازل ہوتی ہیں.

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا تھا:۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ	کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو اور توبہ کرو
غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ	وہ بخشنے والا ہے تمہارے توبہ و استغفار
مِّدْرَارًا (پارہ ۲۹ سورۃ نوح رکوع ۱)	کی برکت سے وہ آسمان سے بارش نازل کرے گا اور اپنی برکت سے نوازے گا

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح اور صحیح ارشاد ہے کہ:۔

اَلدُّعَآءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ (مستدرک ص ۴۹۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) دعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے

"دعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے" لیکن موت وغیرہ بعض امور قضائے مبرم میں داخل ہیں اور دعائے قضاء معلق میں مفید ہوتی ہے. کما ثبت بالدلائل. لہٰذا نیاز صاحب کا یہ کہنا کہ "کسی ماں کا بیٹا اور بیوی کا شوہر نہ مرتا اور نہ فنا ہوتا" یہ ایک عجیب قسم کا زندقہ اور الحاد کی غمازی کر رہا ہے. اور اسی طرح خداوند عزیز کے خلجان میں مبتلا ہونے کی جو بزعم خود تحقیق انیق نیاز صاحب نے زیب قلم فرمائی ہے وہ بھی ان کی حد درجہ کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے کیونکہ مالک الملک کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا. وہ وہی کچھ کرتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ کے مطابق ہوتا ہے. اس لیے کہ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے. اور مومن کا صرف یہی فریضہ ہے کہ وہ اپنے آقائے حقیقی کے دربار میں دیوانہ وار حاضر ہو کر دست سوال اور دامن آرزو پھیلائے اور اس سے مانگنے میں ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے. آخر یہ بھی تو اسی کا حکم ہے کہ:۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ
(ای دُعَائِیْ کما فی الترمذی ص۱۷۳ وقال حسن صحیح اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ)
سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۱)

یہ تو تھے نیاز صاحب لیکن جب مسٹر غلام احمد صاحب پرویز کی باری آتی ہے تو وہ تصوف عجم کی ایک سُرخی قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت یوں ارقام کرتے ہیں کہ "کبھی کہا گیا کہ سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف جہاد ہے اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ خانقاہوں کے تنگ و تاریک گوشوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کی ضربیں لگائی جائیں اور سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے وظیفے پڑھے جائیں" (بلفظہ معارف القرآن، جلد ۲ ص۵۰۱) اور پھر اس کے بعد وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا میں لفظ بہ کا معنی اور مطلب شیر مادر سمجھ کر غٹ ربود کر گئے ہیں۔ اور جہاد بالقرآن (یعنی تبلیغ دین) کو جہاد بالسیف پر محمول کیا ہے حالانکہ سورۃ الفرقان (جس میں آیت کا یہ ٹکڑا مذکور ہے) مکی ہے اور جہاد و قتال کا حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا تھا۔ مگر ان کو اس سے کیا غرض وہ تو بہر حال و بہر کیف اللہ اللہ کی ضربوں ذکر الٰہی اور یادِ خداوندی سے بالکل لاتعلق اور بیزار بیٹھے ہیں اور وہ اس روحانی پابندی اور تعلق مع اللہ کو ہرگز گوارا نہیں کر سکے بلکہ اس کو بیک قلم موقوف کرنے کے درپے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ صحیح معنوں میں جو بزرگان دین اور صوفی تھے اور جو اللہ اللہ کی ضربیں بھی لگایا کرتے تھے انہوں نے کب جہاد سے جان چرائی اور چھڑائی۔ اور کب انھوں نے محض گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر کے جہاد کو ترک کیا؟ ماضی کے مغلوب الحال اور غیر مستند اور زمانہ حال کے برائے نام پیر اور صوفی محل نزاع نہیں ہیں۔ ہم اُن کو پرویز صاحب سے بھی زیادہ جانتے ہیں اور اس طرح پرویز صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء نے بھی مسلح ہو کر یا آوازِ حق

بلند کر کے برطانیہ وغیرہ باطل پرستوں کے خلاف جو جہاد کیا ہے وہ بھی ہم بخوبی جانتے ہیں۔ دوسروں کو تارک جہاد کا طعنہ دینے والے کو پہلے ذرا اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اسلام کے کتنے شیدائی ہیں؟ سچ ہے کہ ؎

نہ ہر کہ موئے براف روخت دلبری داند

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ مذہب اسلام نے عالم اسباب کے جملہ جائز اور موثر وسائل اور ذرائع کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام توکل کا یہ معنی ہرگز نہیں بتاتا کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیکار اور مفلوج ہو کر انسان صرف دُعا پر ہی تمام کاموں کو موقوف رکھے۔ اس کو اسلام توکل نہیں تعطل کہتا ہے قرآن وحدیث اور شرعی تصوف میں توکل تو یہ ہے کہ جملہ انسانی اور امکانی اسباب و وسائل کو عملی جامہ پہنا کر نتیجہ قادر قیوم پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

دیکھیے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹوں کو شہر مصر میں دوسری بار داخل ہونے کی یہ تدبیر بتلائی کہ وہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں ظاہری تدبیر بتلا چکنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ ـــ حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے۔ اسی
تَوَكَّلْتُ (پارہ ۱۳ رکوع ۲) ـــ پر میں توکل کرتا ہوں

اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ پر عمل کرتے ہوئے جتنا اسلحہ میسر ہو سکتا تھا اس سے لیس ہو کر (بلکہ بعض موقعوں پر تو دہری زرہ پہن کر) پھر وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سے دُعا بھی کرتے رہے اور ایک اعرابی کو آپ نے فرمایا قَيِّدْهَا وَتَوَكَّلْ (مستدرک ج۳۔ ص ۶۲۳ وقال الذہبی سندہ جید)۔ "پہلے اونٹنی کے بازو باندھ لو پھر توکل کرو۔" اور یہی کچھ پرویز صاحب کے علی الرغم تصوف عجم کے وکیل

نے عجمی زبان میں کہا ہے کہ ع

بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

یہ سب امور اپنے اپنے مقام پر درست ہیں، بایں ہمہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور صحیح احادیث کی صراحت اور امت کے اجماع اور تعامل سے یہ ثابت ہے کہ یادِ الٰہی ذکرِ خداوندی اور دُعا کرنا اور اپنے آقائے حقیقی کے آگے گڑگڑانا، عاجزی اور زاری کرنا ایک عمدہ قسم کی عبادت بلکہ مُخُّ العبادۃ اور اشرف العبادۃ ہے۔ (مزید تحقیق کے لیے راقم کا گلدستہ توحید ملاحظہ فرمائیں) صحت و بیماری، ولادت و موت، دولت و افلاس تکلیف و مصیبت اور ہر کلفت و آزار میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے اس سے دعا کرنا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور اس طرح آسمانی برکتیں نازل ہونے پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا یقین ہے اور اسے اس کے تسلیم کر لینے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انسانیت کو پرکھنے کے دو ہی مقام ہیں۔ عیش اور طیش ؎

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

بات دراصل یہ ہے کہ جس طرح شراب کے نشہ میں انسان کی عقل مفلوج ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مادی جذبات اور نفسانی خواہشات کے نشہ سے بھی عقل اندھی اور روحانی طاقت پژمردہ ہو جاتی ہے اور کوئی روحانی بات اس ماؤف کی عقل میں نہیں آسکتی جس طرح ایک شرابی کو بحالت شراب عقلی اور نقلی دلائل و براہین سے قائل کرنا ناممکن ہے بعینہٖ اسی طرح جذبات و خواہشات سے مغلوب اور روحانیت سے محروم انسان کی عقل و بصیرت کو اور اس کی دانش و بینش کو اپیل کرنا سراسر بیکار ہے۔ از منہ جہالت و

وحشت کے ڈاکوؤں کو چھوڑ دیجئے کیونکہ ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں علم و عقل کی کمی اور تہذیب و تمدن کا فقدان تھا مگر تعجب اور حیرت تو ہے دورِ حاضر کی متمدن اور مہذب قوموں پر جو آئے دن درندوں کی طرح آپس میں گتھم گتھا ہو جاتی ہیں اُن کی عقل و فراست اور فہم و خرد کہاں گم ہو جاتی ہیں ؟ اُن کی یہ تدبر و تفکر کی منزلیں، یہ سوز و گداز، یہ تپش و خلش، یہ کوشش و کاوش، یہ تفحص و تجسس اور تلاش حقیقت میں یہ دشت نوردیاں اور صحرا پیمائیاں اس نازک ترین مرحلہ پر خدا معلوم کہاں گم ہو جاتی ہیں ؟ جس کی وجہ سے بعض اوقات ظالم درندے مظلوموں کی سسکتی ہوئی جانوں کو دیکھ کر اور تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں سے متاثر ہو کر اچانک اٹھتے ہیں اور خود اُن کا ضمیر ان کو ملامت کرتا ہے ۔ اس کا واحد سبب ہی روحانیت سے بیگانگی اور مادیت میں انہماک ہے اور بس ۔ آج مسلمانوں ہی کو نہیں ساری دنیا کو اس قسم کے نظامِ زندگی کی ضرورت ہے جو اس کے پیدا کردہ جہنم کو مبدل بہ جنت کر دے اور جس مکمل اور عادل نظام سے خالق اور خلق دونوں کے ساتھ تعلق استوار رہے اور وہ بغیر اسلامی آئین کے اور کیا ہو سکتا ہے ؟ کیونکہ انسان اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہر نظام کہن اور فرسودہ سے تنگ آچکا ہے اور چاہتا ہے کہ خود ساختہ زندان سے نکل کر حریت کے باغ و بہار میں آجائے مگر آہ ؂

سب اپنے بنائے ہوئے زندان میں ہیں محبوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار

ان کے علاوہ ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی بھی سنئے کہ وہ کیا کہتے ہیں ۔

" ابن ماجہ اور ترمذی کی ایک حدیث ملاحظہ ہو: کیا میں تمھیں بتاؤں کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے ۔ ایسا عمل جو تمھارے درجوں کو بلند کر دے ۔ جو سونے اور چاندی کی قربانی سے

بہتر ہو اور اس جہاد سے بھی اچھا ہو جس میں تم دوسروں کی گردنیں کاٹتے اور اپنی گردنیں کٹاتے ہو" لوگوں نے کہا۔ بتایئے۔ فرمایا۔" اللہ کا ذکر" (نیز موطا ص ۷۳)۔

سب سے زیادہ اللہ کا ذکر ایک بھکاری کرتا ہے۔ جو ایک ایک سانس میں دس دس مرتبہ اللہ کا نام لے کر بھیک مانگتا ہے۔ تو گویا حدیث کی رو سے بھکاری بہشت کے ٹھیکیدار اور سردار ہوں گے۔ اور ہم تم سب ان کے خدمت گار۔

(انتہی بلفظہ دو اسلام ص ۲۵۸، ۲۵۹)۔

اور دوسری جگہ لکھا ہے۔

" اور ملا کہتا ہے۔ اجی مرنے مارنے میں کیا رکھا ہے۔ صبح و شام ست نام جپا کرو"

(بلفظہ دو اسلام ص ۲۶۲)

بلاشک اپنے وقت اور موقع پر جہاد ایک عمدہ اور بہترین عمل ہے۔ اور بغیر جہاد کے پوری طرح اعلائے کلمۃ اللہ اگر ناممکن نہیں تو کافی حد تک دشوار اور مشکل ضرور ہے مگر وہ کون سا حق پرست عالم ہے جس نے جہاد کی مخالفت کی ہے۔ اور برق صاحب وغیرہ کو صبح و شام صرف ست نام جپنے کی تلقین کی ہے؟ اور عمل کرنے سے روکا ہے اور جہاد سے منع کیا ہے؟ باقی جو نفس پرست مولوی یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جیسے جھوٹے نبی گذرے ہیں جنھوں نے جہاد کی مخالفت کی اور اپنے نفس امارہ کی پیروی کی تو ان کی اس اتباع نفسانی سے علمائے حق کو اور دین اسلام کو کوسنے کا کیا مطلب؟ اور علماء سوء کو سامنے رکھ کر علمائے حق کو بدنام کرنے کے کیا معنی؟

برق صاحب نے اس پر بھی مطلقاً غور نہ کیا کہ جہاد جس میں بظاہر انسانوں کا بے تحاشا قتل، گھروں اور بستیوں کی تباہی، مال و مویشی کی بربادی فصلوں اور درختوں کی تخریب جیسے ان گنت پہلو شامل ہیں۔ جن کو دیکھتے اور سنتے ہی بدن پہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا کوئی مقصود بالذات عبادت ہے یا کسی اور عبادت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے؟

برق صاحب تو ماشاء اللہ پی ایچ ڈی ہیں۔ اس امر سے تو ایک جاہل کلمہ گو بھی ناواقف نہ ہوگا کہ جہاد گو عبادت ہے لیکن مقصود بالذات نہیں، بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ، نفاذ آئین، اجرائے قانون، بدنی اور مالی عبادات پر کاربند کرنے اور مذہبی احکام پر مقید کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اگر خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت بلا روک ٹوک ہوسکتی ہو تو جہاد کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ ورنہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی استواری کے لیے جہاد کے ذریعے سے راستہ کے اس روڑے کو ناچار دُور کرنا پڑے گا۔ اور اصل زندگی اور حقیقی عبادت تو اسی کی ہوسکتی ہے جو ہر حالت اور ہر موقع پر اپنے رب کی یاد سے زبان کو تازہ اور رطب رکھتا ہے اور یہی چیز اب دلوں سے نکل چکی ہے اور روز بروز نکلتی جارہی ہے۔

محسوس یہ ہوتا ہے وہی زیست تھی اپنی
اِک چیز جو اب تیری نگاہوں میں نہیں ہے

اور حدیث میں جس موقع پر یاد خدا کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اس مردِ مومن کا ذکر ہے جو بغیر کسی لالچ اور طمع کے محض عشق و محبت سے سرشار ہو کر اپنے حقیقی آقا کا نام لیتا اور اس کے شوق ملاقات کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ مگر برق صاحب کا مجتہدانہ رنگ دیکھیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے بھکاری کے ذکر سے تشبیہ اور رٹ نام جپنے سے مثال دیتے ہیں۔ جو اپنے پیٹ اور دنیا کے حقیر فوائد اور منافع کے لیے طمع اور لالچ کے طور پر بار بار خدا کا نام لیتا ہے۔ کیا برق صاحب کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے؟ کہاں یہ ذکر اور کہاں وہ ذکر جو مومن کے خلوص قلب سے نکل کر بارگاہ خداوندی میں درجہ قبولیت پاتا ہے۔

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ   اسی کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ — یادِ خداوندی سے ہی مومن کے دل کو تسکین ہو سکتی ہے (اور ہوتی ہے)

اور اس کی آزمائش کے لیے یادِ خداوندی سے بڑھ کر صاف اور نکھری ہوئی کسوٹی اور کون سی ہو سکتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی یاد تو برق صاحب کو بڑی ہی ناگوار اور شاق گزرتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں کی طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کی یاد سے بے تعلق ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یوں ارشاد ہے:۔

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا — اور منافق لوگ بہت ہی کم اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے ہیں (پارہ ۵ رکوع ۱۸)

حدیث کا معاملہ تو خیر جانے دیجئے۔ قرآن کریم سے متعلق برق صاحب کا کیا ارشاد ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (پارہ ۲۲ رکوع ۳) — اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت تو اس لیے مخدوش ہے کہ وہ بھکاری کو جنت کا ٹھیکیدار بناتی اور ست نام جپنے کا ورد سکھاتی ہے اور برق صاحب ایسے لائق اور فائق تعلیم یافتہ کو اس ٹھیکیدار کا خدمت گار متعین کرتی ہے لیکن قرآن کریم کی آیت بھی مومنوں کو یہی سبق سکھاتی ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ اس کو یاد کیا کریں۔ برق صاحب ہی فرمائیں ماجرا کیا ہے؟ اور قرآن کریم کی اس آیت کا ان کے نزدیک کیا مفہوم اور مطلب ہے؟ اگر وہ ہمارا یہ احسان تسلیم کر لیں تو ہم مفت میں ان کی وکالت کرتے ہیں کہ اس آیت میں حکم مومنوں کو ہے نہ کہ

منافقوں کو؟ اور موصوف کا ربط ثانی گروہ سے ہے نہ کہ اول سے۔ فَلَا مَحْذُوْرَ فِیْہِ

حضرات! بات دراصل یہ ہے کہ جب انسان کی نگاہ میں صرف اس دنیائے فانی کی چمک اور دمک ہی انتہائی مقصود ہو اور "خوردن برائے زیستن" کے بجائے حیوانوں کی طرح "زیستن برائے خوردن" کا قاعدہ پیش نظر ہو اور زندگی کو محض مادی ترقی کا ایک انتہائی ذریعہ سمجھ لیا جائے جو نہ معلوم کب ختم ہو جائے۔ ؂

دو کروٹیں ہیں عالمِ غفلت میں خواب کی

تو یقیناً نظریات اور افکار میں فرق آجائے گا۔ اور برق صاحب تو یورپ کی زرق برق سے اس قدر متاثر اور مرعوب ہو چکے ہیں۔ اور ان کی نگاہ مادی ترقیات کو دیکھ کر اس قدر خیرہ اور چکاچوند ہو چکی ہے کہ اُن کو روحانیت کے جملہ مسائل از قسم ناممکنات نظر آتے ہیں اور ان کے تمسخر کا بہترین نشانہ ہیں اور ان کے نزدیک اشیاء کی خوبی و خرابی کا معیار درحقیقت ان کے زاویہ نگاہ اور نقطۂ نظر میں صرف اپنی عقل نارسا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی عقل کی آمیزش اور آویزش سے صحیح اور سیدھی سادھی بات کو بدمزہ اور بدرنگ بنانے کی انتہائی کوشش اور کاوش کرتے کرتے ہیں۔ لیکن ایک مردِ مومن کا نظریہ اس سے بالکل الگ ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جتنی یادِ الٰہی بڑھتی جائے گی۔ اتنی ہی دل میں رقت اور نرمی پیدا ہو گی۔ اور اس سوز و گداز میں تعلق باللہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سامنے زیادہ سے زیادہ عاجزی پیش کرتے اور رات کی تنہائیوں میں آنسوؤں کے نذرانے اس کی بارگاہ میں پیش کرتے، نرم و گرم بستروں سے اٹھ کر روتے اور گڑگڑاتے ہیں، وہی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا یقین ہوتا ہے کہ ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ وہی ہے اور اسی کا دروازہ ہے جس سے بار بار سوال

کرنے پر انسان ذلیل نہیں خیال کیا جاتا بلکہ عبد کامل کہلاتا ہے۔ اکبر نے کیا ہی خوب کہا ہے

اسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

برق صاحب کثرت سے خدا تعالیٰ کی یاد کرنے والے کو احمق اور ذلیل تصور کیے بیٹھے ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم ان کو عقلمند کہتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اولوالالباب اور عقلمندوں کی ایک علامت یہ بھی بتلائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا — کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہو کر، بیٹھ کر،
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ — اور اپنی کروٹوں پر (غرضیکہ ہر حالت میں)
(پارہ ۴ رکوع ۱۱) — یاد کرتے ہیں

الغرض اللہ تعالیٰ کی یاد ایسی اہم بنیادی اور ضروری چیز ہے۔ جس پر درحقیقت زمین و آسمان کا نظام چل رہا ہے اور قیامت بھی اسی وقت آئے گی۔

حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ — جس وقت روئے زمین پر ایک نفس بھی خدا کی توحید
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ — اور اسکے ذکر کا اقرار کرنیوالا نہ رہے گا۔

(مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴ وقال الحاکم والذھبی علی شرطھما)

اس کتابچہ میں کتب حدیث سے صرف چند حدیثیں انتخاب کی گئی ہیں تاکہ جملہ مسلمان مرد ہوں یا عورتیں، بوڑھے ہوں یا جوان، ان دعاؤں کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں پڑھیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دائمی ربط پیدا کریں۔ حضور کے بغیر خدا تعالیٰ تک رسائی کا بہترین ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت اور

الوہیت میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبد اکمل اور انسان کامل ہونے میں اکیلے ہیں۔ آپؐ کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

مذہب اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے انسان کی ولادت سے لے کر وفات تک زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ سے ربط اور عقیدت قائم رکھنے کے لیے جہاں بدنی اور مالی عبادات بتلائی ہیں۔ اور جہاں قلبی اور قالبی توجہات سکھائی ہیں۔ وہاں زبانی ذکر کی لذتوں سے بھی محروم نہیں رکھا۔ جب بچہ پیدا ہو کر اس عالم خاک و گل میں آتا ہے تو اس کے دائیں کانؐ[1] میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کی صدائیں محض اس لیے بلند کی جاتی ہیں تاکہ توحید و رسالت اور نماز جیسی عبادت سے اس کے کان شناسا ہو جائیں اور بڑا ہو کر وہ اپنی فطرت

---

[1] حضرت ابو رافع ؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسین بن علیؓ کی ولادت ہوئی، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی (ابو داؤد۔ جلد ۲۔ ص ۳۴۰، ترمذی۔ جلد ۱ ص ۱۸۳ وقال ہذا حدیث صحیح ومشکوٰۃ۔ جلد ۲۔ ص ۳۶۳) امام ترمذیؒ المتوفیٰ ۲۷۹ھ فرماتے ہیں کہ والعمل علیٰ ہذا یعنی اسی پر امت کا عمل ہے (جلد ۱ ص ۱۸۳)۔ حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ کی روایت میں ہے کہ جب ان کے ہاں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ پیدا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تھی (تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۶۳ و تاریخ الخلفاء، ص ۱۵) اور حضرت حسین بن علیؓ (المتوفیٰ شہید ۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر و اقامت کہے تو اس کو ام الصبیان (یعنی مرگی)

کی صحیح حالت پر غور کر سکے۔ کہ میری ولادت کے بعد جسمانی غذا سے پہلے وہ کون سی روحانی غذا اور خوراک تھی جس کا تخم میرے کانوں میں بویا گیا تھا۔ اور جب دُنیا سے جانے کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت بھی کلمہ شہادت سے اس مہمان دارالبقاء کے کانوں میں اسی سے ملتی جلتی صدا بلند کی جاتی ہے۔ جس سے وہ ولادت کے وقت مانوس ہو چکا تھا۔ اور اپنے مالک حقیقی سے یہ قوی تر تعلق اور ربط زندگی کا مقصود اور کامیابی کا آخری زینہ ہے۔ جس کو یہ حاصل ہو گیا اس نے سب کچھ پا لیا۔ اور جو اس سے محروم رہا اس نے سب کچھ کھو دیا۔

اس کتابچہ میں صرف چالیس دُعاؤں کا انتخاب کیا گیا ہے تاکہ اربعینیات کی ایک کڑی ثابت ہو۔ ورنہ دُعائیں تو اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء اور شمار بھی بہت مشکل ہے اور ہم یہ بھی التزام کریں گے کہ کوئی حدیث کمزور اور ضعیف نہ ہو۔ بلکہ صحیح اور حسن ہو۔ اس سے قبل کہ ہم دعائیں لکھیں۔ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ دُعا عبادت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (ابوداؤد ص ۲۰۸ ج ۱ مستدرک ص ۴۹۱ ج ۱)۔ پورا مضمون "گلدستہ توحید" میں دیکھئے کہ پکارنا عبادت ہے۔ تمام وسائل اور ذرائع اور اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر امید و بیم سے پکارنا یہ صرف خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی اور کو اس طور پر پکارنا خالص شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔

روایات اور احادیث میں اس امر کی تاکید آتی ہے کہ دُعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیئے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر درود شریف کا

کی بیماری نہ ہوگی۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۲۰۰)۔ اور امام بغویؒ (المتوفی ۵۱۶ھ) شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) کا معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر و اقامت کہا کرتے تھے (بحوالہ مرقات ہامش مشکوۃ۔ جلد ۲۔ ص ۳۶۲)۔

تحفہ بھیجنا چاہیے اور پھر نہایت توجہ واخلاص اور دلجمعی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے ورنہ غافل اور بے توجہ دل کی دُعا کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

دعا کرنے سے قبل اِن امور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کو شرفِ قبولیت حاصل ہو اور جب دل میں رقت آمیز کیفیت پیدا ہو گی اور زباں پر آہ وفغاں کے نالے بلند ہوں گے تو دنیائے جور وستم تہ وبالا ہو کر رہے گی۔

کیونکر نہ دِل جلوں کے لبوں پر فغاں نہ ہو
ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

باب دوم

سونے کے بعد بیدار ہونے کی دُعا۔

① اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ — سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس
اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا — نے ہمیں ایک گونہ موت کے بعد زندگی بخشی
وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (بخاری ص ۹۳۴ ج ۲) — اور اسی کی طرف قیامت کے دن جمع ہونا ہے

ف ۔ چونکہ نیند کو موت سے اور بیداری کو زندگی سے ایک گونہ مشابہت حاصل ہے اس لیے اس عارضی موت وحیات سے دائمی زندگی اور موت یاد دلائی گئی ہے۔ تاکہ جہاں بیداری کے بعد ناپائیدار زندگی کے لیے انسان تگ ودو کرتا ہے۔ وہاں پائیدار زندگی کے لیے بھی کوئی سامان مہیا کرے اور غفلت میں وقت نہ گزار دے۔ بقول شخصے ؎

ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں

صبح جاگنے کے بعد عموماً پیشاب اور پاخانہ کی حاجت مجبور کرتی ہے۔ اس لیے بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے کی دُعا بھی یاد رکھنی چاہیئے۔

② اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ — اے اللہ میں تیری مدد لے کر پناہ لیتا ہوں
بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ — نر اور مادہ جنوں سے
(بخاری ص ۲۶ ج ۱)

ف :۔ جنات اور شیاطین اپنی سوءِ استعداد اور فطری آلودگیوں کی وجہ سے ناپاک جگہوں کے متلاشی ہوتے ہیں اور قضائے حاجت کے مقامات سے زیادہ ناپاک اور کون سا مقام ہو سکتا ہے؟

چونکہ جنات اکثر نظر نہیں آتے. اس لیے ان کی شرارت اور خباثت سے بچنے کے لیے ایسے مقام پر اللہ تعالیٰ ہی کی مدد طلب کرنی چاہیئے۔

جب بیت الخلاء سے نکلے تو یہ دعا پڑھے۔

③ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ	سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس
اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ	نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے
(ابن ماجہ ص۲۶)	عافیت بخشی

ف۔ خدانخواستہ اگر پیشاب اور پاخانہ بند ہو جائے تو اس کی اذیت اور پریشانی سے کون ناواقف ہے؟ اور اگر پیشاب اور پاخانہ کے ساتھ انتڑیاں اور دیگر مخفی قوتیں اور طاقتیں بھی خارج ہو جائیں. تو اللہ تعالیٰ کے بغیر اس درد و کرب سے کون محفوظ رکھ سکتا ہے؟

جب ایک مرد مومن قضائے حاجت سے فارغ ہو چکتا ہے تو نماز کی تیاری کے لیے وہ استنجا کرنے کے بعد بسم اللہ پڑھ کر وضو کرتا ہے اور جب وضو سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:۔

④ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ	میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ تعالےٰ
وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ	کے کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ	نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(مسلم ص۱۲۲ ج۱)	اس کے بندے اور رسول ہیں۔

ف:۔ چونکہ وضو نماز کی شرط ہے اس لیے اس سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا سکھائی گئی ہے تاکہ نماز پڑھنے والا بخوبی یہ سمجھ لے کہ نماز میں ریاء اور دکھاوا وغیرہ شرک کی کوئی جز شامل نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ نماز تو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت ہے

اور یہ عبادت اس عبد کامل نے قولاً و فعلاً بتلائی ہے جن کا اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو خدا کے رسول ہیں۔ جب آپؐ پہلے خدا کے بندے اور بعد میں اس کے رسول ہیں۔ تو کوئی اور کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ اور یہ نماز کے احسان اور اخلاص کی تمہید ہے ؎

ارشاد ہے کہ شرک نہ کر اور نماز پڑھ
معنی یہ ہیں کسی کو نہ دیکھ اور ہمیں کو دیکھ

وہ کون مسلمان ہے جو تقرب الٰہی کے لیے شب خیزی اور تہجد کی نماز سے غافل ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو اس سے کیا کم ہوگا کہ وہ اذان فجر سے قبل ہی اپنی تمام ضرورتوں سے بطریق مذکور فارغ ہو کر اذانِ فجر کا منتظر نہ ہو۔ اور اذان سن کر اس کے الفاظ کو اسی طرح دہرا کر جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ مگر

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہہ کر اور الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہہ کر اور درود شریف پڑھ کر یہ دُعا نہ پڑھتا ہو

⑤ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ — اے اللہ! تو اس پوری پکار اور اس پر
التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ — قائم ہونے والی نماز کا رب ہے۔ حضرت محمد
اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ — صلی اللہ علیہ وسلم کو (مقام) وسیلہ اور فضیلت
وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ — عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود پہ کھڑا کر جس کا
الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (بخاری ص۸۶ ج۱) — تو نے ان سے وعدہ کیا ہے

ف ۔ وسیلہ جنت میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ ایک مقام ہے جو آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا (مسلم جلد ا ص ١٦٦) ۔ اور مقام محمود میدان محشر میں اس جگہ کا نام ہے ۔ جس میں آپ سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ سے تمام اولین اور آخرین کے لیے تعجیل حساب کی سفارش کریں گے ۔ جو شفاعت کبریٰ کے نام سے موسوم ہے ۔ گویا اذان کے بعد مسجد کے ایک معمولی اجتماع سے جس میں ہر طرح کے لوگ شریک ہوتے ہیں ۔ اس حقیقی اجتماع کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو میدان محشر میں ہوگا ۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اذان سن کر مسلمان مسجد کی طرف چل کر باجماعت نماز پڑھنے کی تڑپ اپنے دل میں نہ رکھتا ہو؟ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں مسجد میں رکھتے ہوئے اور بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنے کے بعد یہ دُعا پڑھنی چاہیے ۔

⑥ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (ابن ماجہ ص ۵٦) — یا اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے

ف :- زمین کے تمام خطوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد ہی وہ مقام ہے ، جہاں فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی نزولِ رحمت کی پوری اُمید کی جا سکتی ہے سو اپنے نفس کو بیدار کرنے کے لیے یہ دُعا بتلائی گئی ہے ۔ اور جب نماز وغیرہ عبادات سے فراغت ہو جائے گی تو لامحالہ مسجد سے نکلنے کی ضرورت پیش آئے گی ۔ اس موقع پر بایاں پاؤں باہر رکھ کر پہلے درود شریف پڑھے اور پھر یہ دُعا پڑھنی چاہیئے ۔

⑦ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (ابن ماجہ ص ۲٦ و ابوعوانہ ج ١ ص ۴١۴) — اے خدا! میں تجھ سے تیرا فضل طلب کرتا ہوں

ف :- مومن کی زندگی میں جائز طریقہ سے حلال اور طیب مال کما کر اپنا اور اہل وعیال

کا پیٹ پالنا بھی شامل ہے۔ اسی لیے مسجد سے نکلتے وقت یہ دُعا بتلائی گئی ہے کہ نہ تو بیکار گھومتا پھرے اور نہ ناپاک اور حرام طریقہ سے روزی طلب کرے۔ بلکہ صرف حلال اور طیّب روزی حاصل کرے۔ جس پر اللہ کے فضل کا اطلاق ہو سکتا ہو مسجد سے خارج ہونے کے بعد کوئی متعین کام نہیں بتلایا جا سکتا۔ انسانوں کے مزاج اور طبیعتیں مختلف ہیں۔ کام اور طریق کار جدا جدا ہیں۔ کوئی کسی کام میں مشغول ہوگا اور کوئی کسی میں۔ اور عموماً دن کو جو کام کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے اوقات میں بغیر کسی خاص ترتیب کے جن دُعاؤں کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ درجِ ذیل ہیں۔ اپنے اپنے موقع پر ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

سواری پر سوار ہونے کے وقت کی دعا یہ ہے۔

⑧ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا	پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس
هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ	(جانور وغیرہ) کو فرمانبردار بنایا ورنہ ہم اس کو
اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ	مطیع نہ کر سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی
(ترمذی ص۱۸۲ ج۲)	طرف ضرور جانے والے ہیں۔

ف :- جانور وغیرہ کی تسخیر کے ساتھ اور اس معمولی سفر کے ساتھ اپنا یقینی آنے والا سفر بھی یاد دلایا گیا ہے کہ اس طرح ایک اور سفر بھی درپیش ہے، جو اپنے رب کی طرف کرنا پڑے گا۔ اور جیسے اس معمولی سفر کی زحمت سے بچنے کے لیے سواری کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سفر کے لیے بھی نیک اعمال کی سواری ناگزیر ہے۔

کھانا شروع کرتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

⑨ بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ — اللہ کے نام اور اس کی برکت سے کھاتا ہوں
(مستدرک ص۱۰۸ ج۴)

ف - اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر کسی چیز میں برکت نہیں ہو سکتی اور پھر کھانے میں جب ظاہری اور باطنی برکت نہ ہوگی تو عبادات اور طاعات کی توفیق نصیب نہ ہوگی۔ اور ایسا کھانا اور کھانے والے اس کا مصداق بنیں گے کہ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (پ ۲۶۔ محمد۔ ع ۲،) اور وہ ایسے کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں۔

جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو یہ دُعا پڑھے :۔

⑩ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (ترمذی صـ ۱۸۴/۲ وابن ماجہ صـ ۲۴۴)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بننے کی توفیق دی

ف :۔ یعنی جس طرح ہم بغیر جسمانی خوراک کے نشوونما نہیں پا سکتے اس سے کہیں بڑھ کر ہم روحانی غذا کے محتاج ہیں جو اسلام کی ابدی اور روحانی غذا ہے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

⑪ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلِجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (ابو داؤد صـ ۳۳۹/۲)

اے اللہ! میں تجھ سے بہتر داخل ہونا اور بہتر خارج ہونا طلب کرتا ہوں اللہ کا نام لے کر ہم اندر آئے اور نکلے اور اللہ تعالیٰ پر جو ہمارا رب ہے ہم نے اعتماد اور بھروسہ کیا۔

ف :۔ گھر میں داخل ہو کر اہل وعیال، مال و دولت اور سامان و اثاثہ پر جب نظر پڑتی ہے تو دِل میں قابلیت و لیاقت اور خودی و انانیت کی بُو محسوس ہونے لگتی ہے

اس کا علاج یہ بتلایا گیا کہ مسلمان کا اعتماد اور توکل صرف ذات خداوندی پر ہی ہو سکتا ہے اور یہ خیال باطل ہے کہ میرے گھر میں آنے سے تمام خطرات ٹل جائیں گے۔ بلکہ توکل اور بھروسہ پھر بھی اللہ تعالیٰ پر ہی ہو سکتا ہے۔

⑫ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ — میں خدا کا نام لے کر اور اس پر بھروسہ کر کے چلتا ہوں نہ قوت ہے نہ طاقت مگر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸۰ ج ۲)

ف :- انسان جب گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلتا ہے تو اپنی تدبیر اور ظاہری ذرائع و اسباب پر نظر جا لیتا ہے۔ اس موقعہ پر بندہ مومن کو یہ حکم ملا ہے کہ باوجود ظاہری اسباب فراہم کرنے کے بھروسہ اور توکل خدا تعالیٰ ہی پر کرے "حول" کا معنیٰ ہے برائی سے بچنے کی قوت، اور "قوۃ" کا مطلب ہے نیکی کرنے کی توفیق۔ اور گھر سے نکلنے کے بعد یا نیکی کا کام ہوگا یا بدی کا۔ اور نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی توفیق خدا کے بغیر اور کون دے سکتا ہے۔

نیا چاند دیکھتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

⑬ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ — اے اللہ! اس چاند کو ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی کے ساتھ طلوع کر۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے (ترمذی صفحہ ۱۸۳ ج ۲)

ف :۔ دنیا میں ایسی قومیں بھی پیدا ہوئی ہیں ۔جنہوں نے سورج اور چاند اور ستاروں کی چمک دمک کو دیکھ کر ان کو اپنا معبود اور مسجود سمجھ لیا بایں طور کہ ان کی مثالیں اور تصویریں بنا کر ان کی تعظیم کرنے لگ پڑیں تاکہ اس طریقہ سے الٰہ حقیقی کا تقرب ان کو نصیب ہو (شرح مواقف ص ۵۸۰) اور گمراہ ہوگئیں ۔مگر مسلمان کو اس موقع پر یہ سبق ملا کہ وہ اس کا اقرار کرے کہ چاند کا طلوع و غروب کسی اور ہستی کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔اور سعادت و نحوست بھی چاند سے متعلق نہیں ہے ۔ بلکہ چاند کو یہ خطاب کرتے ہوئے کہ میرا اور تیرا رب اور پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔اپنے عقیدہ کی پختگی کا اظہار کیا گیا ہے ۔

قرض، فکر اور بخل وغیرہ سے پناہ طلب کرنے کی یہ دعا ہے ۔

⑭ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَعُوۡذُ بِكَ	اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں فکر، غم
مِنَ الْهَمِّ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ	عاجزی، کاہلی، بزدلی، بخل اور قرض کے
وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ	بوجھ اور آدمیوں کے غلبہ سے ۔
الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ (بخاری ص ۲/۹۴۱)	

ف ۔ جب انسان تفکرات اور پریشانیوں میں گھر جاتا ہے اور جب عاجز اور کاہل ہو جاتا ہے اور جب بزدلی اور بخل کا شکار ہو جاتا ہے ۔اور جب مقروض ہو کر لوگوں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہو جاتا ہے تو اس کا سارا وقت ہی ان امور سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں صرف ہو جاتا ہے اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ خدا کی یاد اور آخرت کی فکر نہیں کر سکتا ۔اس لیے ان چیزوں سے پناہ طلب کی گئی ہے تاکہ یہ ذکر خدا اور فکر آخرت سے مانع ثابت نہ ہوں ۔

انسان جب مقروض ہو جائے تو ادائے قرض کے لیے یہ دُعا پڑھے۔

⑮ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ترمذی ص ۱۹۵ ج ۲)

اے میرے خدا! میری ضروریات کو اپنے حلال مال سے پورا کر دے اور حرام سے بچائے رکھ۔ اور تو مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سب سے بے پروا کر دے۔

ف۔ جب انسان مقروض اور مدیون ہو کر ہر طرح سے مجبور و لاچار ہو جاتا ہے۔ تو حلال و حرام کی تمیز نہیں کر سکتا اور غیروں کا دروازہ کھٹکھٹا کر اپنی اس عارضی تکلیف کے لیے اپنے ایمان اور توحید جیسی دولت کو بھی اکثر کھو بیٹھتا ہے۔ سو اس کا علاج اس دُعا سے کیا گیا ہے۔

بارش طلب کرنے کی دُعا:۔

⑯ اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَھِیْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْیِ بَلَدَكَ الْمَیِّتَ (مؤطا امام مالکؒ)

یا اللہ! اپنے بندوں اور چوپایوں کو پانی پلا اور اپنی رحمت بکھیر دے اور اپنی مردہ زمین اور شہر کو زندہ اور سرسبز کر دے

ف:۔ بارش رُک جانے کے بعد انسانوں کے مختلف طبقات میں طرح طرح کے ظنون و اوہام اور رسوم و خیالات پیدا ہو جاتے ہیں کوئی کسی طریق کو نزول بارش کا ذریعہ سمجھتا ہے اور کوئی کسی کو۔ مگر مردِ مسلم نزول بارش اور زمین کی سرسبزی اور شادابی کو صرف اللہ تعالیٰ کا کام اور اس کا احسان سمجھتا ہے۔

زیارت قبور کی مختصر دُعا۔

⑰ اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ (مسلم ص۳۱۲ ج۱)

سلامتی ہو تم پر اے مومن قوم کی بستی میں بسنے والو اور بیشک ہم بھی اگر خدا نے چاہا تو تم سے آملیں گے

ف :۔ کس طرح توحید کی نعمتِ عظمٰی کو محفوظ کیا گیا ہے کہ زیارت قبور کی سنت کو اداکرتے وقت اصحابِ قبور پر سلامتی کا تحفہ بھیجنا چاہیئے نہ یہ کہ اُن سے کچھ طلب کیا جائے کیونکہ دینا اور لینا تو صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی موت کا حوالہ بھی دیا جارہا ہے تاکہ موت سے غافل ہو کر فکرِ آخرت سے بے خبر نہ ہو جائے۔

چھینکتے وقت چھینکنے والا یہ کہے۔

⑱ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

سب تعریفیں خدا تعالےٰ کے لیے ہیں

اور سُننے والا یہ کہے۔

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ

اللہ تم پر رحم کرے

پھر چھینکنے والا یہ کہے

یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ (بخاری ص۹۱۹ ج۲)

اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت بخشے اور تمھاری حالت درست کر دے

ف :۔ ایک دو بار چھینک آئے تو اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش ہوتی ہے۔ اور دماغ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر بے ساختہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ زبان پر جاری ہو گا۔ اور سُننے والا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سُن کر اس کے لیے مزید رحمت

کی التجا کرے گا۔ اور پھر وہ اپنی اس شکر گزاری پہ ہدایت اور اصلاح حال کا کیوں مستحق نہ ہو؟

بیماروں کی شفا کے لیے یہ دُعا کرنی چاہیئے :۔

(۱۹) اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ — اے لوگوں کے پروردگار! تکلیف اور بیماری

النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ — کو دور کر دے اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا

لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً — ہے تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں ہے

لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (بخاری ص۸۴۷ ج۲) — ایسی شفا دے جو بیماری کو جڑ سے اکھاڑ دے

ف :۔ بیمار اور اس کے لواحقین بیماری کے وقت تحصیل صحت کے لیے جائز و ناجائز کا وہ کون سا پہلو نظر انداز کر دیتے ہیں جس سے بظاہر اس کی صحت وابستہ ہوتی ہے۔ لیکن توحید پرست کو اس موقع پر یہی سکھلایا گیا ہے کہ شفا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے دواؤں میں اثر ڈالنا بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ ؎

دوا اس سے، شفا اس سے، نہ شافی دوسرا پایا
حکیموں کے بھی نسخوں پر "ہوالشافی" لکھا پایا

ہر نماز کے بعد یہ دُعا پڑھنے کی تاکید آئی ہے :۔

(۲۰) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى — اے اللہ! تو میری مدد کر تاکہ میں تیرا ذکر

ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ — اور تیرا شکر بجالاؤں۔ اور بہتر طریقہ سے

عِبَادَتِكَ (ابوداؤد ص۲۱۳ ج۱ و عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ص۶۹) — تیری عبادت کرتا رہوں

ف :۔ خدا تعالیٰ کی مدد ہی سے اس کی یاد ہو سکتی ہے اور اس کی اس اعانت

کے بعد اس کا شکر کیوں نہ لازم ہو؟ اور عبادت کا حسن قبول بھی عبادت کے احسان اور اخلاص پر موقوف ہے۔ اگر توجہ سے نماز نہیں پڑھی، تو زبان سے حسنِ عبادت کا جملہ کیسے نکالے گا۔ اگر غفلت کی ہے تو دوسری نماز میں خیال کرے گا۔ بشرطیکہ نماز اور اس کے اخلاص و احسان سے واقف ہو۔

لباس پہنتے وقت یہ دُعا کرنی چاہیئے۔

(۳۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ	سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس
کَسَانِیْ ھٰذَا مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ	نے مجھے یہ لباس پہنایا ہے۔ اس میں میری
مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ (مستدرک ص۱۹۲ ج۱)	طاقت اور قوت کا کوئی دخل نہیں ہے

ف: نیا لباس پہن کر بسا اوقات طبیعت میں تکبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس میں اپنی جدوجہد اور لیاقت کا خیال دماغ میں سما جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ تجویز ہوا کہ لباس پہننے والے کو یہ ملحوظ رہے کہ اس میں میرے کسب و اختیار کا چنداں دخل نہیں ہے اور نہ یہ میری خانہ زاد چیز ہے۔ لہٰذا فخر و تکبر کا مجھے کیا حق حاصل ہے تکبر تو باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ (ابن ماجہ ص۳۰۸)

اگر کسی کا دل پڑھنے سے اچاٹ ہو جائے اور تعلیم پر دل نہ لگتا ہو تو یہ دُعا پڑھے۔

(۳۲) اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا	اے اللہ! مجھے اس علم سے نفع دے جو
عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ	تو نے مجھے عطا کیا ہے اور وہ چیز مجھے

وَارْزُقْنِیْ عِلْمًا تَنْفَعُنِیْ بِہٖ سکھا جو مجھے نفع بخشے اور مجھے ایسا علم نصیب
(مستدرک ص ۱/۵۱) کہ جو میرے لیے فائدہ مند ہو

ف ۔ درحقیقت علم ہی وہ چیز ہے جو مسلمانوں کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہو۔ ورنہ وہ جہل ہے علم نہیں ۔ اور علم عطا کرنا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے ۔

جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو یہ دُعا پڑھے گا ۔ اگرچہ اس کے گناہ (جو حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں) سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے گا ۔

(۲۳) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ (مستدرک ص ۱/۵۱۹) پاک ہے اللہ کی ذات اور وہ خوبیوں والا ہے

ف :۔ خدا تعالیٰ کی تمام صفات دو حال سے خالی نہیں ، یا سلبی ہوں گی ۔ (مثلاً یہ کہ وہ صاحب اولاد نہیں ۔ بیوی سے پاک ہے ۔ کھاتا اور پیتا نہیں اور مرے گا نہیں وغیرہ وغیرہ) اور یا ایجابی (کہ وہ صاحب قدرت و علم ہے اور تمام ان خوبیوں کا اہل ہے جو اس کی شان کے لائق ہیں ۔ گویا سُبْحَانَ اللّٰہِ سے اس کی سلبی صفات کا اقرار ہے اور وَبِحَمْدِہٖ سے اس کی ایجابی صفات کا اقرار کر کے اس کی بندگی ، اطاعت ، فرمانبرداری ، عبدیت اور وفاداری کا عہد کرنا ہے ۔

ایمان پر ثابت قدم رہنے اور خاتمہ بالخیر کی دُعا ۔

(۲۴) اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اے خدا ! اے دلوں کو پھیرنے والے ! میرے

ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ (مستدرک ص۵۲۵ ج۱) دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیو

ف ، دل کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا اور دنیا کی تکلیف و خوف اور لالچ و طمع اس کے سوا ہے اور ابلیس کا تعصب ایمان جیسی دولت کو لوٹنے کے لیے ہر وقت جاری رہتا ہے اندریں حالات ان تمام مخفی اور ظاہر ڈاکوؤں سے ایمان بچانے اور خاتمہ بالخیر کی یہ دُعا خدا تعالےٰ سے کرنی چاہیئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو فرمایا کہ صحت، خیریت اور عافیت کی دُعا کثرت سے کیا کریں (حاکم جلد ۱. ص ۵۲۹) اور جو دُعا سکھائی یہ ہے۔

۲۵ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْحَمْنِیْ (مستدرک ص۵۳۰ ج۱) اے اللہ! تو مجھے ہدایت نصیب کر، رزق دے اور عافیت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر

ف :۔ بنیادی چیز تو ہے ہدایت، اس لیے اس کا پہلا نمبر ہوا. پھر زندگی بسر کرنے کے لیے روزی بھی درکار ہے اور خدا کی رحمت و عافیت سے کون مستغنی ہو سکتا ہے. بلکہ من وجہ عافیت کو تقدم حاصل ہے کہ اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

تنگ دستی ہزار ہو غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے

— مجلس کے اختتام پر یہ دُعا کرنی چاہیئے۔

۲۶ سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ (مستدرک ص۵۳۶ ج۱)

پاک ہے تو اے میرے خدا اور تیری ہی تعریف ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتے ہوئے رجوع کرتا ہوں۔

ف :۔ مجلس چونکہ جامع متفرقات ہوتی ہے۔ اس میں جائز و ناجائز بھی قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے پہلے اس امر کا اقرار کیا کہ عیوب اور نقائص سے پاک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پھر اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرتے ہوئے صدقِ دل کے ساتھ اس سے بذریعہ اس دُعا کے معافی مانگی گئی ہے تاکہ مجلس وبال نہ ثابت ہو۔

ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رہنے کی یہ دُعا ہے۔ تین تین مرتبہ صبح اور شام پڑھنی چاہئے۔

(۲۷) بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (ترمذی ص۱۷۴ ج۲)

میں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہا ہوں۔ اس کے نام لینے کیساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سُننے والا جاننے والا ہے

ف :۔ نافع اور ضار تو درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لیے علیم اور سمیع کا نام لے کر پناہ طلب کی گئی ہے کیونکہ عارضی تکلیف دینے والی اشیاء سے بھی وہی بچا سکتا ہے۔

دُعائیں اور اذکار گو بہت ہیں۔ مگر افضل الذکر جو حدیث میں آیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

(۲۸) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ترمذی ص۱۷۴ ج۲) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

ف :۔ دنیا میں کوئی رسُول اور نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی دعوت کا آغاز لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے نہ کیا ہو کہ اللہ کے بغیر کوئی مُشکل کُشا، حاجت روا، فریاد رس، مسجود، حاکم اور نذر و نیاز کا مستحق نہیں ہے اس میں تمام مخترع اور خود ساختہ الٰہوں کی نفی کرکے صرف ایک کی الوہیت اور ربوبیت کا اقرار کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس سے بہتر حلف وفاداری کا طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی سے تو دُنیا قائم ہے۔ جب یہ نہ رہے گا تو دُنیا بھی

نیست و نابود ہو جائے گی۔ کما مرّ
- حدیث میں آتا ہے کہ یہ دُعا جنت کے خزانوں اور جنت کے دروازوں تک آسانی کے ساتھ پہنچا دینے والی ہے۔

۲۹ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ — نہ بُرائی سے پھیرنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی مگر محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ترمذی ص ۱۹۸ ج ۲)

ف :- جنت کی تحصیل حقیقتاً تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے مگر سبب کے درجہ میں نیکی کرنے پر موقوف ہے، اور بُرائی سے بچنے اور ان دونوں کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانہ کی

اپنے نفس امارہ کی شرارتوں سے حفاظت کی دُعا:-

۳۰ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ — اے میرے رب! تو میرے دل میں بھلائی کرنے کی بات ڈال دے اور مجھے میرے نفس کی شرارت سے محفوظ رکھ (ترمذی ص ۱۸۶ ج ۲)

ف :- ابلیس لعین کے بعد گمراہی کا دوسرا سبب نفس امارہ ہے۔ سو اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے اور نیکی کے دِل میں القاء کیے جانے کی یہ دُعا بتلائی گئی ہے۔
سچ کہا گیا ہے کہ ؎

نہنگ و شیر نر کو بھی اگر مارا کو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

دوزخ، قبر اور دجال وغیرہ کے فتنہ سے پناہ طلب کرنیکی یہ دُعا ہے:۔

(٣١) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ — اے اللہ! میں تیری مدد لے کر قبر کے عذاب

مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ — سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیری مدد سے

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ — مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ لیتا ہوں اور

مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ — تیری مدد کے ذریعہ سے زندگی اور موت کے

وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ — فتنہ سے پناہ طلب کرتا ہوں

الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ (موطا امام مالک ص٤٢)

ف:۔ ابتدائے آفرینش سے اختتام دُنیا تک دجال کے فتنہ سے اور بڑا کوئی فتنہ نہ ہوگا۔ اور زندوں کے علاوہ بعض مُردوں پر بھی اس کا جادو چلے گا۔ اس لیے اس سے پناہ مانگنا ضروری امر ہے اور پھر قبر کا فتنہ دجال کے فتنہ سے کیا کم ہے؟ اس وحشت و تاریکی، تنہائی و بے بسی کا تصور ہی گراں گزرتا ہے۔ پھر جہنم کا فتنہ تمام فتنوں کا جامع ہے۔ جہاں کافروں کو ابدالآباد تک رہنا پڑے گا اور زندگی کے مختلف اوقات میں اُتار چڑھاؤ سے کون واقف نہیں؟ اور پھر وفات کے وقت جو کیفیت گزرتی ہے وہ موت سے دوچار ہونیوالا ہی خوب جانتا ہے۔ لہٰذا ان جملہ امور سے پناہ مانگنا ضروری ہے۔

ہر تکلیف اور پریشانی کے وقت کی دُعا:۔

(٣٢) اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِکُ — اللہ اور صرف اللہ ہی میرا رب ہے میں اس کے

بِهٖ شَيْئًا (ابن ماجہ ۲۵۸) ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا

ف :۔ ربوبیت کا معنی ہے آہستہ آہستہ تدریجاً پالنا، اور ضروریات زندگی مہیا کرنا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون یہ کام کر سکتا ہے؟ اور تکلیف میں اکثر ضعیف العقل لوگ شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور اسی کا الفاظ بالا سے قلع قمع کیا گیا ہے۔

شیشہ دیکھتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے :۔

(۳۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سب تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے میرے

سَوّٰی خَلْقِیْ فَعَدَلَهٗ وَكَرَّمَ بدن کی خلقت کو درست اور موزوں بنایا۔

صُوْرَةَ وَجْهِیْ فَحَسَّنَهَا وَ اور میرے چہرے کی صورت کو بہتر حالت

جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں پیدا کر کے اس کے حسن میں اضافہ کیا۔

"وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" اور مجھے مسلمان بنایا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ۵۸)

ف :حسن دنیا کی ان پُرفریب چیزوں میں داخل ہے جو اکثر اوقات موجب فتنہ ہو جاتی ہیں اور انسانوں کو ایک بدتر حیوان بنا دیتی ہیں۔ اور جب شیشہ دیکھنے کی نوبت آتی ہے تو ایک گونہ خود پسندی اور خود نمائی دماغ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس دُعا کے ذریعے اسی خود پسندی کو ختم کرنیکی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اس میں ذاتی کمال کون سا ہے؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وہ جب چاہے چھین لے ؎

حسن والے! حسن کا انجام دیکھ ڈوبتے سورج کو وقتِ شام دیکھ

اور جیسے ہر آدمی کی آرزو ہوتی ہے کہ وہ حسین عالم کا خطاب حاصل کرے۔ اس موقع پر اس کو باطنی اور حقیقی حسن کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمائش کے علاوہ باطنی آرائش اور اسلام کے اصلی خدوخال کی فکر بھی کرنی چاہیئے "وَجَعَلْنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" اسی کی کڑی ہے۔

۳۴ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ (ابوداؤد ص ۳۵۰/۲)

سلام کہنے سے جس طرح ایک مسلمان کا حق ادا ہوتا ہے اسی طرح آپس میں الفت اور محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو) کہتا ہے تو اس کو دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ (کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) ساتھ ملاتا ہے تو اس کی دس نیکیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور وَبَرَکَاتُہٗ (کہ اس کی برکتیں بھی ہوں) زیادہ کرتا ہے تو اس کی دس نیکیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اور جو وَمَغْفِرَتُہٗ (کہ اس کی بخشش بھی شامل حال ہو) کا اضافہ کرتا ہے تو وہ مزید دس نیکیوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ گویا کل چالیس نیکیاں حاصل ہوئیں۔

ف:۔ جب ایک مسلمان انتہائی اخلاص اور عقیدت کے ساتھ دوسرے مسلمان پر اس طرح مہربان ہوتا ہے کہ اس کے لیے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا مطالبہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر بھی نازل ہوگی اور وہ درجات پر درجات اور نیکیوں پر نیکیوں کا مستحق ہوگا۔

رحمتِ حق بہانہ مے جوید

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایک سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکی ثبت فرماتا ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے۔

۳۵ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ — پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسی کی تعریف ہے۔
(الترغیب والترہیب للمنذری ص۲۴۳ وقال صححہ الحاکم)

ف۔ ایک مزدور صبح سے شام تک محنت کر کے خون اور پسینہ ایک کرتا ہے مگر رات کو ڈیڑھ دو روپے بھی اس کو نصیب نہیں ہوتے لیکن اس کے برعکس صدر مملکت اور وزیر اعظم آرام کرسی پر بیٹھ کر بیک جنبش قلم ہزاروں روپے ماہانہ تنخواہ پاتے ہیں یہ کیوں؟ اس لیے کہ ان کی اس خاص ذمہ داری اور مخصوص حالات اور کیفیات کا یہی تقاضا ہے۔ اسی طرح اگر بعض اوقات مخصوص قلبی کیفیت اور اخلاص کے بعد اگر مخصوص قسم کے الفاظ کا یہ رتبہ ہو تو انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں بھی اس کی تصریح ہے کہ فی سبیل اللہ ایک روپیہ خرچ کرنیوالے کو سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ کا اجر عطا ہوگا۔ اور ایک رات یعنی لیلۃ القدر کا درجہ ہزار مہینہ (تقریباً ساڑھے انتیس ۲۹ ہزار راتوں) سے بھی زیادہ ہے اور یہ عطیہ و انعام خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً استغفار کا ثبوت عجب نہیں کہ بدرجہ تواتر ہو۔ اور اگرچہ استغفار کے الفاظ مختلف وارد ہوئے ہیں، لیکن سید الاستغفار کا درجہ صرف اسی کو حاصل ہے۔

۳۶ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ

اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں تجھ سے پناہ لیتا ہوں ہر اس بُرائی سے

بِنِعۡمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوۡءُ لَكَ — جو میں نے کی ہے میں اقرار کرتا ہوں تیری

بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَاِنَّهٗ لَا — نعمتوں کا جو تو نے مجھے دی ہیں اور اقرار

یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ — کرتا ہوں اپنے گناہ کا۔ پس تو مجھے بخش دے

(بخاری صـ ۹۳۲ جـ ۲ ،مستدرک صـ ۵۱۵) — بے شک تیرے بغیر کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے

ف :۔ جیسے سفید کپڑے پر خون وغیرہ کے داغ لگ جاتے ہیں اور وہ صابن اور سوڈے سے زائل نہیں ہوتے بلکہ ان کے ازالہ کے لیے بلیچنگ پوڈر وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دل پر گناہوں کی نحوست کی وجہ سے جو سیاہ نقطے اور داغ جم جاتے ہیں۔ ان کا ازالہ کثرت استغفار ہی سے ممکن ہے۔ اپنے دل کے شیشہ کو صاف رکھنے کے لیے استغفار سے بہتر کوئی اور سریع الاثر علاج نہیں ہے۔

جب قرآنِ کریم میں یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کا تحفہ بھیجتے ہیں (خدا تو حقیقتاً اور فرشتے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں) تو اے مومنو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا! سَلِّمُوْا کا مفہوم تو آپ کے بتلانے پر ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ مگر صلوٰۃ کا کیا مطلب ہے اور وہ کن الفاظ سے ادا ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا "یوں پڑھو"

(۳۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی — اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا — صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسے تو نے

صَلَّیۡتَ عَلٰی اِبۡرَاهِیۡمَ — رحمت نازل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ	کی آل پر۔ بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ	ہے۔ اے اللہ تو برکت نازل کر حضرت محمد
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ	صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جیسے تو نے
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی	برکت نازل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ	اور ان کی آل پر۔ بیشک تو تعریف کیا
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (بخاری ص ۹۴۰/۲)	گیا بزرگی والا ہے

ف:۔ جو شخص ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔ اور درود شریف کا پڑھنا افضل قربات اور عمدہ طاعات میں شامل ہے اور کیوں نہ ہو جتنی بھی جسمانی اور روحانی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں دین اور دنیا کی جو کامیابیاں اور اور شادکامیاں نصیب ہوتی ہیں۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور وسیلہ سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے (العیاذ باللہ) تو نہ شرک و توحید میں امتیاز معلوم ہو سکتا اور نہ جنت و دوزخ میں فرق معلوم ہو سکتا۔ بس ہماری لاکھوں جانیں اور کروڑوں روحیں اس ہستی پر قربان کہ جن کے طفیل سے یہ سب کچھ ہمیں ملا ہے چونکہ ہم نقائص اور عیوب سے لبریز ہیں اور آپؐ پاک اور معصوم ہستی ہیں۔ ہم براہ راست اس قابل کب ہو سکتے ہیں کہ آپ کو درود شریف کا تحفہ پیش کر سکیں؟ نیز ہمیں یہ کیا معلوم کہ کس مقدار میں یہ تحفہ بھیجنا ہے؟ اس لیے ہم اپنے عجز اور قصور کا اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بصد اخلاص یہ التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! تو طاہر اور تیرا حبیب

پاک، جب تحفہ کے وہ تیرے علم میں مستحق ہیں تو بہتر طریق سے آپ تک پہنچا دے (القول البدیع ص۴۹)

صحیح احادیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ محض اس لیے قائم کر رکھا ہے کہ وہ امت کی طرف سے درود سلام آپؐ کو پہنچائیں لہٰذا کثرت سے درود شریف کا ورد کرنا چاہیئے۔ خصوصاً جمعہ کے دن۔ اور انہی الفاظ سے جو آپؐ نے بتائے ہیں۔ کیونکہ جو شرف اور مزیت ان الفاظ کو حاصل ہے وہ باوجود جائز ہونے کے دوسرے الفاظ کو حاصل نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ غلط عقائد سے پاک ہو۔

دُنیا اور آخرت کی سب بھلائیوں کے لیے جامع دُعا۔

(۳۸) رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (ترمذی ص۱۸۷ ج۱)

اے ہمارے رب ہم کو دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو آگ سے محفوظ رکھ

ف:۔ کامل بھلائی اور کامیابی جلب منفعت اور دفع مضرت کا نام ہے اور اس مختصر اور جامع دُعا میں دُنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کے مطالبہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور عذاب نار سے محفوظ رکھنے کی استدعا کا طریقہ سکھلا کر اسی سبق کو تازہ کیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے۔ وہی عطا فرمائے گا تو دُنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی نصیب ہوگی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہیں اور قیامت کے دن میزان پر بڑے ثقیل ہوں گے مگر زبان پر ہلکے پھلکے ہیں۔ نہ یاد کرنے میں زیادہ دقت اٹھانی پڑتی ہے اور نہ پڑھنے میں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔

(۳۹) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ   پاک ہے اللہ کی ذات اور اسی کی تعریف

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ (بخاری ص ۱۱۹۲) پاک ہے اللہ کی ذات جو بڑی عظمت اور جلالت والی ہے

ف :- ان دو کلموں میں اللہ تعالیٰ کی ایجابی اور سلبی صفات کا اقرار کرنے کے علاوہ اس کی عظمت کا اقرار خاص طور پر سکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی وراء الوراء ہے۔ اس کی کوئی تحدید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر تحدید نقص ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیسا ہے، صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیا نہیں ؎

دل میں تو تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

لیجئے کام تو بہت کافی ہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں دعائیں ابھی باقی ہیں مگر ہم دن بھر کے گورکھ دھندوں سے اکتا چکے ہیں۔ بدن کا ایک ایک عضو درد میں مبتلا ہے۔ طبیعت میں تکان ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سو جائیں، اور چارپائی پر دراز ہو کر یہ آخری دعا بھی پڑھ لیں

(۳۰) بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (بخاری ص ۹۳۴ ج ۲) یا اللہ! تیرے نام کی برکت سے میں مرتا ہوں اور تیرے نام کی برکت سے میں جیوں گا۔

ف :- ہم جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تھے تو یہ اقرار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثنا ہے۔ جس نے ایک گونہ موت (نیند) کے بعد ہمیں زندہ (بیدار) کیا۔ اب سونے کا وقت ہے تو پھر وہی اقرار ہے کہ جیسے میں نے اس موت (نیند) کے بعد زندہ (بیدار) ہونے کی اُمید اور توقع قائم کر رکھی ہے اسی طرح حقیقی موت کے بعد ایک صحیح زندگی بھی آنے والی ہے اور زندگی دراصل وہی زندگی ہے۔ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ دنیا کی فانی زندگی اس پائدار اور ابدی زندگی کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟ جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لینا چاہئے۔ پھر یہاں آنا کہاں ؎

رخصت دے باغبان کہ ذرا دیکھ لیں چمن
جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا

حضرات! دُعا ہی مُسلمان کا ہتھیار ہے۔ کیونکہ مومن اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دُنیا میں ہر قوت اور قہرمانی کا منکر ہوں۔ اور میں صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جُھکتا ہوں اور اسی کے خوف اور محبت سے میرا دِل معمور ہے مجھے خدا کے علو و برتری کا اقرار ہے۔ اس سے دعائیں ہیں اور درخواستیں ہیں۔ بار بار قیام و قعود ہے، رکوع و سجود ہے۔ اٹھنا بیٹھنا اور جھکنا ہے۔ ہر ادا اور ہر انداز میں فرمانبرداری کا اظہار ہے۔ اور وہ یقین کرتا ہے کہ لٹے ہوئے کارواں، برباد شدہ قافلہ اور برہم شدہ انجمن کے لیے اُمید کا آخری سہارا اور جشن و مراد کی بشارت کی انتہائی منزل صرف اور صرف وہی ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے آگے۔ روتا ہے تو اسی کے لیے، اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، اور اُمید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر، اور وہ اس پر کامل یقین رکھتا ہے کہ

جو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکے گا، جو رو رہا ہے وہ رو چکے گا
سکون دِل سے خدا خدا کر، جو ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا

زندگی کے مختصر لمحوں کو غنیمت سمجھو اور اِن دُعاؤں کے انمول اور درحقیقت گرانمایہ موتیوں سے جھولیاں بھر لو۔ جوانی میں دِلوں کی اُجڑی ہوئی بستیوں کو ذِکرِ الٰہی سے آباد کرو اللہ تعالیٰ سے تعلقات و روابط کو استوار رکھو۔ نفس کے دھوکوں اور فریبوں سے بچو۔ خدا کے سامنے جھکو۔ ساری خدائی تمہارے سامنے جُھکے گی۔ میں نے اپنی نارسا عقل اور ناقص سمجھ کے مطابق دعاؤں کے جملوں میں ربط و تسلسل قائم رکھنے کی کوشش کی ہے

اور نہایت اختصار کے ساتھ ان کی شرح وحکمت اور فلسفہ بیان کیا ہے۔

اِنْ یَّکُنْ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِلَّا فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطٰنِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی

اگر درست ہے تو اللہ کی توفیق سے ہے ورنہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

اے مالک! ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، اے آقا! ہم اصلی کام بھول چکے ہیں تو ہمیں اس کے کرنے کی توفیق عطا فرما۔

رحم کر نہ اپنے آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَجَمِیْعِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ